استقبال رمضان

خرم مراد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رمضان المبارک، قرانِ مجید اور تقوی

چند دن کی بات ہے کہ ایک دفعہ پھر رمضان کا مبارک مہینہ ہمارے اوپر سایہ فگن ہو گا اور اس کی رحمتوں کی بارش ہماری زندگیوں کو سیراب کرنے کے لیے برس رہی ہو گی۔ اس مہینے کی عظمت و برکت کا کیا ٹھکانہ جسے خود نبی کریم ﷺ نے شہرِ عظیم اور شہرِ مبارک کہہ کر پکارا ہو! یعنی بڑی عظمت والا مہینہ اور بڑی برکت والا مہینہ! نہ ہمارا تصور اس ماہ کی عظمت کی بلندیوں کو چھو سکتا ہے، نہ ہماری زبان اس کی برکتوں کا احاطہ کر سکتی ہے۔

رمضان المبارک عظیم کیوں

اس ماہ کے دامن میں وہ بیش بہا رات ہے کہ اس ایک رات میں ہزاروں مہینوں سے بڑھ کر خیر و برکت کے خزانے لٹائے گئے، اور لوٹائے جاتے ہیں، وہ لیلیٰ مبارک جس میں ہمارے رب نے اپنی سب سے بڑی رحمت اوپر نازل فرمائی۔ اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ہم نے اسے، کتاب مبین کو، برکت والی رات میں اتارا(الدخان 44: 3)۔ یہ کتاب کیا ہے؟ رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ (تمہارے رب کی طرف سے رحمت ہی رحمت)

لیکن، سچ پوچھیے تو اس ماہ کا ہر روز، روزِ سعید ہے اور اس ماہ کی ہر شب، شب مبارک ہے۔ ہر دن روشن ہوتا ہے تو ان گنت بندوں کو یہ سعادت نصیب ہوتی ہے کہ وہ، اپنے مالک کی اطاعت اور رضا جوئی کی خاطر، اپنے جسم کی جائز خواہشات اور اس کے ضروری مطالبات تک ترک کر کے گواہی دیں کہ صرف اللہ تعالی ہی ان کا رب اور مطلوب و مقصود ہے، اس کی اطاعت و بندگی کی طلب میں زندگی کی اصل بھوک پیاس ہے، اور اس کی

خوشنودی میں ہی دلوں کے لیے سیری اور رگوں کے لیے طری کا سامان ہے۔ رات کا اندھیرا چھاتا ہے تو بے شمار بندے اللہ تعالیٰ کے حضور قیام، اس سے کلام، اور اس کے ذکر کی لذت و برکت سے مالا مال ہوتے ہیں، اور ان کے دل شیشے کے چراغوں کی طرح منور ہو کر ایسے جگمگاتے ہیں جیسے اسمانوں پر رات کے ستارے۔

مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ ..... رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ

النور 24 ایت (35 اور 37)

اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ رکھا ہو، چراغ ایک فانوس میں ہو، فانوس کا حال یہ ہو کہ جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا۔۔۔ (ایسے لوگ) جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے اور اقامت صلاۃ و ادائے زکوۃ سے غافل نہیں کر دیتی۔

اس ماہ کی ہر گھڑی میں فیض کا اتنا خزانہ پوشیدہ ہے کہ نفل اعمال صالحہ فرض اعمال صالحہ کے درجے کو پہنچ جاتے ہیں اور فرائض 70 گنا زیادہ وزنی اور بلند ہو جاتے ہیں (بیہقی: سلمان فارسیؓ)۔ رمضان اتا ہے تو اسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور رحمتوں کی بارش ہوتی ہے، جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور نیکی کے راستوں پر چلنے کی سہولت اور توفیق عام ہو جاتی ہے، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور روزہ بدی

کے راستوں کی رکاوٹ بن جاتا ہے، شیطانوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے اور برائی پھیلانے کے مواقع کم سے کم ہو جاتے ہیں (بخاری، مسلم: ابو ہریرہؓ)

پس بشارت دی گئی ہے اس شخص کو جو رمضان المبارک میں روزے رکھے کہ اس کے سارے اگلے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے، اور اس شخص کو جو راتوں میں نماز کے لیے کھڑا رہے کہ اس کے بھی گناہ بخش دیے جائیں گے، اور وہ جو شب قدر میں قیام کرے، اس کے بھی۔ بس شرط یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی باتوں اور وعدوں کو سچا جانے، اپنے عہد بندگی کو وفاداری بشرط استواری کے ساتھ نبھائے، اور خود آگہی و خود احتسابی سے غافل نہ ہو (بخاری، مسلم: ابو ہریرہؓ)۔

آپ کا حصہ

اس مہینہ کی عظمت اور برکت بلاشبہ عظیم ہے، لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ اس کی رحمتیں اور برکتیں ہر اس شخص کے حصے میں اجائیں جو گردش روزگار سے اس ماہ کو پالے۔ جب بارش ہوتی ہے تو مختلف ندی نالے اور تالاب اپنی اپنی وسعت و گہرائی کے مطابق ہی اس کے پانی سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ زمین کے مختلف ٹکڑے بھی اپنی استعداد کے مطابق ہی فصل دیتے ہیں۔ بارش کا فیض یکساں ہوتا ہے، مگر ایک چھوٹے سے گھڑے کے حصہ میں اتنا وافر پانی نہیں اتا جتنا ایک وسیع و عریض تالاب میں بھر جاتا ہے۔ اسی طرح، جب پانی کسی چٹان یا بنجر زمین پر گرتا ہے تو اس کے اوپر سے ہی بہہ جاتا ہے اور اس کو کوئی نفع نہیں پہنچاتا، لیکن اگر زمین زرخیز ہو تو وہ لہلہا اٹھتی ہے۔ یہی حال انسانوں کی فطرت اور ان کے نصیب کا ہے۔

رمضان المبارک کے ان خزانوں میں سے اپ کو کیا کچھ ملے گا؟ زمین کی طرح، اپ کے دل نرم اور انکھیں نم ہوں گی، اپ ایمان کا بیج اپنے اندر ڈالیں گے، اور اپنی صلاحیت و استعداد کی حفاظت کریں گے، تو بیج پودا بنے گا اور پودا درخت، درخت اعمال صالحہ کے پھل پھول اور پتیوں سے لہلہا اٹھیں گے اور اپ ابدی بادشاہت کی فصل کاٹیں گے۔ کسان کی طرح، اپ محنت اور عمل کریں گے تو جنت کے انعامات کی فصل تیار ہو گی، اور جتنی محنت کریں گے اتنی ہی ثمر بار فصل ہو گی ۔ دل پتھر کی طرح سخت ہوں گے اور اپ غافل کسان کی طرح سوتے پڑے رہ جائیں گے، تو روزوں اور تراویح اور رحمت و برکت کا سارا پانی بہ جائے گا، اور اپ کے ہاتھ کچھ بھی نہ ائے گا۔

توفیق الٰہی کے بغیر یقیناً کچھ نہیں ملتا۔ لیکن یہ توفیق بھی اس کو ملتی ہے جو کوشش اور محنت کرتا ہے۔ دیکھیے، اللہ تعالیٰ کیا کہتا ہے؟ اپ اس کی طرف ایک بالشت چلیں گے تو وہ اپ کی طرف دو بالشت بڑھے گا، اپ اس کی طرف چلنا شروع کریں گے تو وہ اپ کی طرف دوڑتا ہوا ائے گا (مسلم: ابو ذرؓ)۔ لیکن اپ کھڑے رہیں، پیٹھ پھیر کر، غافل یا لاپرواہ، تو بتائیے کہ توفیق الٰہی اپ کے پاس کیسے ائے گی؟

تو ایسا نہ کیجیے کہ رمضان کا پورا مہینہ گزر جائے، رحمتوں اور برکتوں کے ڈول انڈیلے جاتے رہیں، اور اپ اتنے بدنصیب ہوں کہ اپ کی جھولی خالی رہ جائے۔ کچھ کرنے کے لیے اور اپنے حصہ کی رحمتیں لوٹنے کے لیے کمر کس لیجئے اور نبی کریم ﷺ کی اس تنبیہ کو اچھی طرح یاد رکھیے۔

کتنے روزہ دار ہیں جن کو اپنے روزوں سے بھوک پیاس کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ اور کتنے راتوں کو نماز پڑھنے والے ہیں جن کو اپنی نمازوں سے رات کی جگائی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا (الدرامی: ابو ہریرہ)

سارا انحصار اپ پر ہے! نبی کریم ﷺ رمضان سے پہلے اپنے رفقاء کو مخاطب کر کے اس مہینہ کی عظمت و برکت بھی بیان کرتے، اور اس کی برکتوں کے خزانوں سے اپنا بھرپور حصہ لینے کے لیے پوری محنت اور کوشش کی تاکید بھی فرماتے۔ اج سنت نبوی ﷺ کی پیروی میں میرا موضوع بھی یہی ہے۔ یعنی یہ کہ رمضان کے مہینے میں جو برکت و عظمت ہے اس کا راز کیا ہے، اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کے لیے کس اہتمام اور تیاری کی ضرورت ہے، کن امور کو ملحوظ رکھنا اور ان پر توجہ مرکوز کرنا ضروری ہے، وہ کون سے طریقے ہیں جن پر چلنے سے منزل ہاتھ اسکتی ہے، اور کون سی روش ہے جس پر نکل جانے سے راہ کھوٹی ہو جاتی ہے؟

برکت وعظمت کا راز

رمضان کے مہینہ میں جو عظمت اور برکت ہے اس کا راز کس چیز میں پوشیدہ ہے؟ یہ جاننا سب سے پہلے ضروری ہے کہ اس اگہی کے بغیر اس کے خزانوں سے اپنا دامن بھرنا ممکن نہیں، نہ اس یکسوئی، عزم، اور محنت کا اہتمام اور التزام ممکن ہے جو اس مقصد کے لیے ناگزیر ہے۔ اس عظمت و برکت کا سارا راز صرف ایک چیز میں پوشیدہ ہے۔ وہ یہ کہ اس مہینہ میں قران مجید نازل کیا گیا، یعنی نزول شروع ہوا، پورا کا پورا لوح محفوظ سے اتار کر جبرائیل علیہ السلام کے سپرد کیا گیا، یا نزول کا فیصلہ صادر کر دیا گیا۔

گویا کہ اس ماہ میں رب رحمان ورحیم کی بے پایاں رحمت نے انسانوں کی رہنمائی کا سامان فرمایا، اس کی حکمت لامتناہی نے ان کے لیے سوچ اور عمل کی صحیح راہیں روشن کیں، صحیح اور غلط کو پرکھنے کے لیے وہ کسوٹی عطا کی جو غلطی، کجی، اور تغیر و تبدل سے پاک ہے۔ یہ اس وقت ہوا جب رمضان کی ایک صبح، پھوٹنے سے پہلے، کلام الہی کی پہلی کرن نے قلب محمدی ﷺ کو منور کر دیا۔ یعنی بات یہ نہیں ہے کہ رمضان کا مہینہ اس لیے مبارک ہوا

کہ اس میں روزے رکھے جاتے ہیں اور تلاوت قران کا اہتمام ہوتا ہے۔ نہیں، بلکہ بات یوں ہے کہ روزوں اور تلاوت قران کے لیے اس ماہ کا انتخاب اس لیے ہوا کہ نزول قران کے عظیم الشان و منفرد و بے مثال واقعہ کی وجہ سے یہ مہینہ پہلے ہی عظیم اور جلیل القدر ہو چکا تھا۔ یہ عظیم الشان واقعہ اس بات کا متقاضی ہوا کہ اس کے دنوں کو روزوں کے لیے اور راتوں کو قیام و تلاوت کے لیے مخصوص کر دیا جائے۔

اللہ تعالی نے اس بات کو یوں اشکار فرمایا ہے۔:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ(البقرہ2:185)

رمضان ہی وہ مہینہ ہے جس میں قران نازل کیا گیا جو سارے انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے، اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔ لہذا جو شخص اس مہینہ کو پائے لازم ہے کہ وہ اس میں روزے رکھے۔

نعمت قران

قرآن مجید اللہ تعالی کی نعمتوں میں سے سب سے اعلی اور بے مثل نعمت ہے، اور اس کی رحمتوں میں سب سے بڑی رحمت۔ اس کا نزول تاریخ انسانی کا سب سے عظیم واقعہ ہے، اور اللہ تعالی کی بے پایاں رحمت کے جوش و خروش کا اس دنیا میں سب سے بڑا ظہور۔ اسی لیے تو اس نے فرمایا اَلرَّحْمٰنُ، عَلَّمَ الْقُرْآنَ (یہ بے انتہا

رحم والا ہے جس نے قران کی تعلیم دی)، اور تَنزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ (اتارا گیا ہے بے انتہا رحم والے اور بے انتہار حم کرنے والے کی طرف سے)۔ انسان کے لیے عدل و قسط کی کوئی میزان ہے تو یہی قران ہے، روشنی کا سر چشمہ ہے تو یہی ہے، نسخہ شفا ہے تو یہی ہے۔

ویسے تو ہمارے اوپر اللہ تعالی کی نعمتیں بے حد و حساب ہیں۔ ہم ہر لمحہ دونوں ہاتھوں سے ان نعمتوں کے خزانے لوٹ رہے ہیں۔ لیکن دنیا، اور دنیا کی ہر نعمت، بس اسی وقت تک ہماری ہے جس وقت تک سانس ارہی ہے اور جارہی ہے۔ اخری سانس نکلی تو زندگی کے سارے لمحات بھی ختم اور دنیا کی ساری نعمتیں بھی ہمارے لیے ختم۔ جو چیز زندگی کے ان فانی لمحات کو لازوال زندگی میں، ان عارضی مسرتوں کو ابدی راحتوں میں، ان ختم ہو جانے والی نعمتوں کو ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتوں میں بدل سکتی ہے، وہ صرف اور صرف قران کی نعمت ہے۔ اسی لیے یہ دنیا کے سارے خزانوں سے زیادہ قیمتی خزانہ ہے۔ اسی لیے جس رات یہ نازل کیا گیا اس کو لیلۃ مبارکہ اور لیلۃ القدر فرمایا، اور جہاں جہاں اس کے اتارے جانے کا ذکر فرمایا اکثر اس کا رشتہ اپنی رحمت، بار بار کی جانے والی رحمت، اپنی بے پایاں حکمت، اور اپنی بے پناہ قوت کے ساتھ جوڑا۔ پھر کیا تعجب کی بات ہے کہ رمضان کے اختتام پر جشن عید منانے کو کہا کہ یہ مہینہ نزول قران کی سالگرہ کا مہینہ ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٧﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿٥٨﴾

(یونس58,57:10)

لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اگئی ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو دلوں کے امراض کے لیے شفا ہے اور جو اسے قبول کرلیں ان کے لیے رہنمائی اور رحمت ہے۔ اے نبی ﷺ کہو یہ اللہ کا فضل ہے اور اس کی مہربانی ہے کہ یہ چیز اس نے بھیجی۔ اس پر تو لوگوں کو خوشی منانی چاہیے، یہ ان سب چیزوں سے بہتر ہے جو لوگ سمیٹ رہے ہیں۔

سب دن اور سب مہینے ایک جیسے ہوتے۔ یہ سب خدا کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا۔ لیکن بعض لمحات ایسے اتے ہیں جن کے ساتھ ساری انسانیت اور ساری کائنات کا مستقبل وابستہ ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی وہ لمحہ تھا جب غار حرا میں ہدایت خداوندی یہ اخری کرن داخل ہوئی اور نبی کریم ﷺ اس کے عامل وامین بنے۔ اسی عظیم لمحہ کا امین ہے رمضان المبارک کا مہینہ، اور یہی ہے رمضان المبارک کی عظمت وبرکت کا راز۔

رمضان میں روزہ اور تراویح کیوں؟

نزول قران کے سالگرہ کے مہینہ میں ہر دن کو روزہ رکھنے اور ہر رات کو چند گھڑیاں کھڑے ہو کر قران سننے کے لیے کیوں مخصوص کیا گیا؟ یہ بات سمجھنا کچھ مشکل نہیں اگر اپ نے یہ جان لیا کہ قران مجید کی نعمت کی حقیقت کیا ہے، اور تھوڑا سا غور کرلیں کہ قران مجید کا امین وہ حامل ہونے کی ذمہ داریاں کیا ہیں۔

قران کی عظمت امانت اور مشن

نعمت جتنی بیش بہا ہو اس کا حق ادا کرنے کی ذمہ داری اتنی ہی بھاری ہوتی ہے۔ اللہ کی کتاب اور اس کا کلام سب سے بڑی رحمت اور برکت ہے، اس لیے یہ اپنے دامن میں ذمہ داریوں کی ایک پوری دنیا رکھتی ہے۔ یہ ذمہ داریاں اس حوالہ سے ہیں کہ یہ کتاب زندگی کے اصل مقصد، اور زندگی کو کامیاب اور بامراد بنانے کے لیے صحیح راستہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ یہ کتاب انسان کے سارے باطنی و ظاہری اور انفرادی و اجتماعی امراض کے لیے نسخہ شفا ہے۔ اب اندھیروں میں بھٹکنے والوں کے لیے چراغ راہ ہے۔

اس لحاظ سے دیکھیے تو ہدایت الٰہی کا یہ انعام دو بڑی ذمہ داریاں اپنے ساتھ لاتا ہے۔

ایک، خود اس کی بتائی ہوئی راہ پر چلنا، اس کی روشنی میں اپنی زندگی کا سفر طے کرنا، اس کے نسخہ شفا کو اپنی بیماریوں کے علاج کے لیے استعمال کرنا، اپنے دل کو، فکر و عمل کو، سیرت و کردار کو اس کے بتائے ہوئے سانچا میں ڈھالنے کی کوشش میں لگ جانا۔

دوسرے، جو ہدایت ھُدَی لِلنَّاس ہے، سارے انسانوں کے لیے ہے صرف اپنے نفس کے لیے نہیں ہے، اس ہدایت کو الناس تک پہنچانا، ان کے سامنے اس کو اشکار کرنا، اس کی راہ پر چلنے کی دعوت دینا، اندھیروں میں راستوں پر روشنی کرنا، اور بیماروں تک دوا پہنچانا۔

سوچیے تو دوسری ذمہ داری پہلی ذمہ داری ہلکا لازم تقاضا ہے، اور اس کا ایک ناگزیر حصہ۔ دوسرا کام کیے بغیر پہلا کام کبھی مکمل نہیں ہو سکتا۔ ایک طرف تو اس بات کا علم و ایمان ہونا کہ قران مجید ھُدَی لِلنَّاس ہے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اسے دوسروں تک پہنچایا جائے۔ بھٹکنے والوں کا یہ حق ہے کہ جو راستہ جانتا ہو وہ ان کو راہ بتائے اور یہی حق بیماروں کا ہے کہ جس کے پاس دوا ہو وہ ان تک دعا پہنچائے۔

دوسری طرف، جب تک دوسروں کو قران کی راہ پر چلانے کے لیے کوشش اور محنت نہ ہو، خوداپ کا اپنا صحیح راہ پر، قران کی بتائی ہوئی راہ پر، چلنا بھی ناقص اور نامکمل رہے گا۔ اس طرح خود اپنی منزل بھی کھوٹی ہوتی ہے۔ اس لیے کہ دعوت وجہاد تو سلوک قرانی کا ایک لازم حصہ ہے، بلکہ چوٹی کا عمل ہے۔ اس لیے کہ اپ کی زندگی دوسرے انسانوں کی زندگیوں سے تعلقات وروابط میں اس طرح گتھی ہوئی ہے کہ جب تک وہ بھی اس راہ پر نہ چلیں اپ کا تنہا چلنا مشکل ہے، اور پوری طرح چلنا اور زیادہ مشکل ہے۔

دیکھیے نبی کریم ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو وہ اقرا کی ہدایت لائی۔ پڑھو۔ پڑھنے میں سنانے کا کام شامل ہے، لیکن دوسری وحی نے بات بالکل کھول دی۔ ایک مختصر وقفہ کے بعد فرمایا گیا، قُمْ فَاَنْذِر، یعنی کھڑے ہو جاؤ اور اگاہ کر دو، اور رَبَّکَ فَکَبِّر، یعنی سارے انسانوں کے سامنے اللہ کی کبریائی کا اعلان کرو اور ان کے اوپر اس کی کبریائی قائم کر دو۔ وہیں بڑا ہو اور باقی سب بڑھائیاں اس کے اگے سرنگوں ہو جائیں، یہاں تک کہ زمین پر کوئی خدا بن کر راج نہ کرے، کوئی خود کو اور اپنی مرضی کو اپنے جیسے انسانوں پر مسلط نہ کرے اور انسان کی گردن صرف اپنے خالق اور مالک کے اگے جھکے۔

غور کیجئے تو امت مسلمہ کی تشکیل بھی صرف اسی غرض کے لیے ہے۔ ورنہ یہ کوئی مخفی بات نہیں ہے کہ جس وقت قران مجید کا نزول شروع ہوا، اس وقت خدا کے ایسے بندے موجود تھے جو وحدانیت الہ کے قائل تھے، سلسلہ رسالت وکتاب پر ایمان رکھتے تھے، جو عبادت گاہوں میں رات رات بھر کھڑے ہو کر اللہ تعالی کی بندگی کرتے تھے، اور وہ لوگ بھی موجود تھے جو روزے رکھا کرتے تھے۔ ان کے خدا سے تعلق اور اخلاق حسنہ کی تعریف خود اللہ تعالی نے قران مجید میں کی ہے۔ پھر ایک نئی رسالت، ایک نئی دعوت، اور ایک نئی امت کیوں

ضروری ہوئی؟ ایک طرف تو اس لیے کہ ایمان و عمل کی راہیں انسانوں کی خود ساختہ ساری گمراہیوں سے پاک ہو کر روشن ہو جائیں۔ لیکن دوسری طرف اس لیے کہ ایک ایسی امت وجود میں ائے جو انسانوں کے سامنے اپنے رب اور اس کے دین کی گواہ بن کر کھڑی ہو، تا کہ انسان انصاف پر قائم ہو جائیں۔ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (البقرہ2:143)۔

یہ قران کا مشن ہے۔ یہی وہ مشن ہے جو قران کو پانے اور قران کی امانت کا حامل بننے کے نتیجہ میں میرا، اپ کا، اور قران پر ایمان کا دعوی کرنے والی اس ساری امت کا مشن قرار پاتا ہے۔

یہ ذمہ داری کتنی بھاری اور بڑی ذمہ داری ہے اس کا تصور بھی مشکل ہے۔ فی الحقیقت یہ ایک انتہائی عظیم الشان کام ہے یہ ساری انسانیت کو صحیح راہ پر ڈالا جائے۔ اسی لیے حضور ﷺ پہلا پیغام لے کر غار حرا سے گھر ائے تو کانپتے اور لرزتے ہوئے ائے۔ خود اللہ تعالی نے اس کلام کی امانت کو ایک بھاری بات، 'قول ثقیل' کہا اور کمر توڑ بوجھ قرار دیا۔ یہ کوئی اسان کام نہیں، لیکن ایسا مشکل بھی نہیں کہ اس کا اٹھانا انسان کے بس سے باہر ہو۔ ورنہ اللہ تعالی جو رحمن اور رحیم اور عادل وہ حکیم ہے ایسا بوجھ کیوں ڈالتا۔

بس اس بوجھ کو اٹھانے کے لیے اپنے اندر ایک ایسا انسان پیدا کرنے کی ضرورت ہے جو صرف اللہ تعالی کا بندہ ہو اور اپنی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔ نیا انسان بننے کے لیے اور اپنے چاروں طرف ایسی دنیا بنانے کے لیے جہاں حکم صرف اللہ کا چلے، گردنیں صرف اس کے اگے جھکیں، قران پر ایمان بھی ضروری ہے، قران کا

علم بھی ضروری ہے، قران سے مسلسل گہرا ربط بھی ضروری ہے، صبر اور استقامت بھی درکار ہے، اور مسلسل جدوجہد اور قربانی بھی ناگزیر ہے۔ قران کا مشن بڑی اعلی صفات کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ انسان قران کا پرچم اٹھائے تو فکر اور کردار کو بھی بلندیوں کی طرف اٹھائے۔ اس کے لیے قوت، اور اس استعداد کی ضرورت ہے۔

قران، تقوی اور روزہ

اس قوت و استعداد کا اور ان اعلی صلاحیتوں کا سرچشمہ ہے تقوی۔ اللہ تعالی نے اپنی کتاب کے اغاز میں ہی یہ واضح کر دیا کہ اس کتاب سے وہی راہ دیکھ سکتے ہیں، راہ پر لگ سکتے ہیں، اور راہ چل سکتے ہیں، جو تقوی رکھتے ہوں۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ۔ دوسری طرف روزے رکھنے کا مقصد، یا یوں کہیے کہ روزوں کا حاصل یوں بیان کیا کہ 'لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ'، تاکہ تمہارے اندر تقوی پیدا ہو۔

ان دونوں ایتوں کو ملا کر پڑھیے اور ان پر غور کیجئے! اپ فورا اس راز کو پا لیں گے کہ روزہ سے قران مجید کا اتنا گہرا تعلق کیوں ہے اور نزول قران کی سالگرہ کے مہینہ کو روزوں کے لیے کیوں مخصوص فرمایا گیا۔ اس ماہ کی بابرکت گھڑیوں سے زیادہ موزوں وقت اس بات کے لیے اور کون سا ہو سکتا تھا کہ روزہ کے ذریعے تقوی کی وہ صفت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے جس سے راہ قران اسان ہو، اور امانت قران کا بوجھ اٹھانا ممکن ہو؟

تقوی کیا ھے؟

تقوی بڑی اونچی اور بیش بہا صفت ہے اور ساری مطلوبہ صفات کی جامع بھی۔ جو تقوی کی صفت رکھتے ہوں ان کو اللہ تعالی نے قران مجید میں دنیا اور اخرت کی ساری بھلائیوں کی ضمانت دی ہے۔ تقوی وہ چیز ہے جس سے ہر

مشکل سے نکلنے کا راستہ ملتا ہے۔ تقوی وہ ہے جس سے رزق کے دروازے اس طرح کھلتے ہیں کہ شان و گمان بھی نہیں ہوتا۔ تقوی کی وجہ سے دین اور دنیا کے سارے کام اسان ہو جاتے ہیں، اللہ تعالی برائیاں جھاڑ دیتا ہے، اور اجر عظیم سے نوازتا ہے۔ متقین ہی وہ ہیں جن کو اس جنت کی بشارت دی گئی ہے جس کی وسعت میں زمین و اسمان سما جائیں، انہی سے اس مغفرت کا وعدہ کیا گیا ہے جو اس جنت کی طرف لے جانے والی ہے۔ جنت تو ان کی وراثت ہے ہی، دنیا میں بھی اسمان و زمین سے برکتوں کے دہانے کھول دینے کا وعدہ ان سے کیا گیا ہے جو ایمان اور تقوی کی صفت سے اراستہ ہوں۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (الاعراف 96:7)

اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقوی کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر اسمانوں اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔

تقوی کیا ہے؟ بات سمیٹ کر کہی جائے تو کہنا چاہیے کہ تقوی قلب و روح، شعور اور اگہی، عزم و ارادہ، ضبط و نظم، اور عمل و کردار کی اس قوت اور استعداد کا نام ہے کہ جس کے بل پر ہم اس چیز سے رک جائیں جس کو ہم غلط جانتے اور مانتے ہوں اور اپنے لیے نقصان دہ سمجھتے ہوں، اور اس چیز پر جم جائیں جس کو صحیح جانتے اور مانتے ہوں۔ تقوی کے لغوی معنی 'بچنے' کے ہیں۔ ان معنوں میں یہ تقوی کا بالکل بنیادی اور ابتدائی مفہوم ہے جو میں نے اپ کے سامنے پیش کیا ہے۔

یہ قوت ہماری فطرت میں ودیعت ہے۔ کہ ہم نقصان وضرر سے بچیں، نفع کی حرص کریں، اور اس کی جستجو کے لیے سعی کریں۔ یہ نہ ہو تو انسانی زندگی کی بقا بالکل ناممکن ہے، اور نہ انسان ترقی کر سکتا ہے۔ ہم جلتی اگ میں ہاتھ نہیں ڈالتے، بلکہ ہمارا ہاتھ خود بخود اگ کے پاس سے کھینچ کر واپس لوٹ اتا ہے۔ ہمارا بچہ نہ سمجھی میں اگ کے قریب بھی چلا جائے تو ہم بے چین ہو کر لپکتے ہیں کہ کسی طرح اس کو بچا لیں۔ کیوں؟ اگ کی نذر ہو کر ہمارا بچہ موت کی اغوش میں چلا جائے گا۔ یہ دنیا کی اگ کا تقوی ہے۔ اس اگ کا نقصان ہمارے تجربہ میں ہے، یہ ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔

ایک اگ اور ہے۔ یہ اگ ایمان و عمل اور فکر و اخلاق کی خرابیوں سے بھڑ کتی ہے۔ کن راہوں پر چلنے سے اس دنیا اور انے والی دنیا میں اللہ تعالی کی اس اگ میں گرنا اور جلنا ممکن ہے؟ یہی بات قران مجید بتاتا ہے۔ وہ خبر دار کرتا ہے کہ ان راہوں کے قریب نہ جاؤ، اس اگ سے بچو۔ حق کا انکار، سرکشی، ظلم، جھوٹ، حرام مال۔۔۔۔۔۔ یہ سب اگ ہیں۔

یہ اگ ہماری انکھیں دیکھ نہیں سکتی، اس کا ہمیں کوئی تجربہ نہیں، اس اگ میں ہاتھ ڈال کر ہم جلنے کا مزہ فورا اور 'ابھی' نہیں چکھتے۔ دنیا کی اگ سے ہم اس لیے بچتے ہیں کہ اسے ہم دیکھتے ہیں، اس میں جلنے کا مزہ ہم فورا اور ابھی چکھتے ہیں۔ اس کے ضرر پر ہمیں پورا پورا یقین ہے۔ اگر ایسا ہی یقین ہمیں اس بات پر ہو جائے کہ جھوٹ بولنے سے زبان اگ میں جل رہی ہے، حرام کھانے سے پیٹ اگ کے انگاروں سے بھر رہا ہے، یا حرام پر چلنے

سے اگ اوڑنا بچھونا اور کھانا پینا بن رہی ہے، تو پھر یقیناً ہمارے دلوں اور ہمارے جسم و جان میں وہ قوت اور استعداد پیدا ہوگی جو ہمیں ان کاموں سے روکنے میں کامیاب ہو۔

یہ اللہ کا اور اس کی اگ کا تقوی ہے۔ اس تقوی کا پہلا سر چشمہ ایمان بالغیب ہے اَلَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ۔ متقین جو قران سے ہدایت پاتے ہیں وہ ہیں جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ اج کے ایمان کی خرابی اور بد عملی ہی کل کی اگ ہے، اگرچہ اس سے ہم اج دیکھ نہیں سکتے۔ اس بات پر یقین سے ہی تقوی پیدا ہوتا ہے۔ اسی یقین سے وہ قوت پیدا ہوتی ہے جو راہ قران پر چلنے کے لیے سب سے بڑھ کر درکار ہے، وہ زاد راہ حاصل ہوتا ہے جو سب سے زیادہ ضروری ہے۔

تقوی کی یہ حقیقت سامنے رکھ کر غور کیجئے۔ اپ فوراً یہ سمجھ لیں گے کہ تقوی کے لیے سب سے پہلی بات یہ ضروری ہے کہ ہم اقتدار اور اخلاق و اعمال میں صحیح اور غلط، حق اور باطل کا ایک مستقل ضابط اور معیار تسلیم کریں، اور اس کی پابندی کریں۔ جو لوگ کہیں کہ عقائد و اخلاق میں صحیح اور غلط کا کوئی مستقل وجود اور ضابط و معیار نہیں، یہ اضافی چیزیں ہیں جو زمانہ اور حالات کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہیں، یا ادمی ایماندار ہو یا بے ایمان کوئی فرق نہیں پڑتا، ان کے لیے تقوی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ہم نے اللہ تعالی کو اپنا رب مانا ہے۔ اس کے معنی ہی یہ ہیں کہ حق اور صحیح صرف وہ ہے جس سے اس کی رضا حاصل ہوتی ہو، جو اس کا حکم ہو، جس کا علم اس نے دیا ہو۔ ہر وہ چیز جو اس کو ناراض کرنے والی ہو، جس سے اس کا غضب بھڑکتا ہو، جس سے اس کی نافرمانی ہوتی ہو، وہ غلط اور باطل ہے، وہ ضرر رساں اور نقصان دہ ہے۔ اس سے بچنا ضروری ہے۔

اللہ تعالی کو رب ماننے کے معنی یہ بھی ہیں کہ کچھ حقیقتیں ایسی ہیں جو حواس کی گرفت سے باہر ہیں، جو جسم و جان سے ماوراہیں، جو بھوک پیاس سے بالاتر ہیں، جو خواہشات کی فوری تکمیل سے زیادہ مزیدار اور قیمتی ہیں۔

صحیح اور غلط کا علم صرف وہی دے سکتا ہے، اور ان حقیقتوں کا علم بھی صرف اسی سے حاصل ہو سکتا ہے، جس کے پاس غیب اور شہادت دونوں کا علم ہے۔ اور جس کی مرضی ہی صحیح اور غلط کی کسوٹی ہے۔

متقی وہ بن سکتے ہیں جو ان غیبی امور پر ایمان لائیں۔ جو ان باتوں کو مان لیں اس کے لیے ایک ہی راستہ ہے۔ وہ یہ کہ وہ اپنے تن، من، دھن سب کو پورا کا پورا اپنے رب کے حوالہ کر دے۔ اس کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا پھرنا، سوچنا بولنا، سب اللہ تعالی کی بندگی کے لیے وقف ہو جائے۔ جو کچھ اس نے دیا ہے خواہ وہ مال ہو یا وقت، مادی نعمت ہو یا روحانی۔ اس کی راہ میں لگا دے اور اسی کے لیے خرچ کرے۔ پوری زندگی اس فکر میں گزارے کہ کل اس سے ملاقات کرنا ہے، اور اس وقت کی کامیابی ہی اصل کامیابی ہے۔

یہی ہے تقوی کہ وہ تعریف جو اللہ تعالی نے قران مجید کے اغاز میں ہی بیان فرما دی ہے۔ غیب پر ایمان، جسم و جان سے بندگی نماز کی شکل میں، اس کا دیا ہوا اسی کی راہ میں خرچ کرنا، حق و باطل کی کسوٹی کے لیے وحی پر ایمان، اور اخرت پر یقین۔

جو اللہ کو اپنا رب کہے، اور اس کے بعد بھی اپنے جسم و جان کی قوتوں کو، اپنے وقت اور مال کو ان راہوں میں لگائے جو اس کو ناپسند ہیں، اور ان چیزوں سے نہ بچے جو اس کے غضب کی اگ بھڑکانے والی ہیں، وہ تقوی سے محروم ہے۔ تقوی صرف ظاہری رسوم کی پابندی کا نام نہیں۔ یہ اپنے اندر کی قوت اور یقین کا نام ہے۔ اسی لیے

نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ تین بار اپنے قلب مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، تقوی تو یہاں ہے (مسلم: ابو ہریرہؓ)

تقوی اور روزہ

تقوی کے یہ معنی اپ ذہن میں رکھیں تو یہ بات سمجھنا کچھ دشوار نہیں کہ یہ تقوی پیدا کرنے کے لیے روزہ، قیام لیل، اور تلاوت قران سے زیادہ موثر کوئی اور نسخہ مشکل سے ہی ہو سکتا تھا، اور اس نسخہ کے استعمال کے لیے رمضان المبارک ہی سب سے زیادہ موزوں مہینہ تھا۔ روزہ، اور قیام لیل میں تلاوت قران، دونوں کو رمضان کے مہینہ میں جمع کر کے اللہ تعالی نے دراصل اس تقوی کے حصول کا راستہ ہمارے لیے کھول دیا ہے۔

ہم روزہ رکھتے ہیں تو صبح سے شام تک اپنے جسم کے جائز مطالبات تک کو جو بھوک، پیاس، اور دیگر صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں، اللہ کی رضا کی خاطر پورا کرنے سے رک جاتے ہیں، اور اس کے اجر و انعام کی خاطر اپنی جائز خواہشات بھی قربان کر دیتے ہیں۔ رات اتی ہے تو کھڑے ہو کر اس کا کلام سنتے ہیں، اور مہینہ بھر میں کم سے کم ایک دفعہ پوری کتاب سن لیتے ہیں۔ یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ زبان نہ جاننے اور محنت نہ کرنے کی وجہ سے ہمارے پلہ کچھ نہیں پڑ تا کیا اللہ تعالی نے ہم سے کیا کہا اور ہم نے کیا سنا۔ لیکن منشائے خداوندی بالکل واضح ہے کہ اس مہینہ میں ہم ایک مرتبہ اس پوری ہدایت سے روشناس ہو جائیں جو اس نے قران مجید کی صورت میں

ہمیں عطا فرمائی ہے، اور جس پر خود عمل کرنا اور جس کی طرف دوسروں کو بلانا ہمارا اولین فرض ہے۔ تلاوت قران سے علم وایمان کا حصول ہوتا ہے اور روزہ سے قوت عمل کا۔

روزہ میں جب اللہ تعالی کا حکم ہوتا ہے ہم کھاتے ہیں اور جب اس کا حکم ہوتا ہے ہم رک جاتے ہیں۔ نہ کھانا حرام ہے نہ پینا، لیکن روزے میں ہم ان بالکل بنیادی ضروریات کو بھی اطاعت رب کی خاطر اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں جن کو پورا کرنا دوسرے اوقات میں نہ صرف جائز بلکہ فرض ہوتا ہے۔ اس طرح ہم یہ قوت پیدا کرتے ہیں کہ ہر اس چیز سے رک جائیں جس سے اللہ تعالی نے روکا ہے، خواہ اس کے لیے ہماری ضرورت اور خواہش کتنی ہی شدید ہو، اور وہ ہمیں کتنی ہی صحیح اور جائز نظر ائے۔

روزہ سے ہمارا یہ ایقان بھی راسخ ہوتا ہے کہ جن حقیقتوں کی خبر اللہ تعالی اور اس کے رسول نے دی ہے، جو مادی و حسی نہیں ہیں، وہ بھوک، پیاس اور جنسی جیسی مادی حقیقتوں سے کہیں زیادہ بالا اور بیش بہا ہیں۔ ہم صرف روٹی سے نہیں جیتے، اعلی اخلاقی مقاصد زندگی کے لیے ناگزیر ہیں۔ اس طرح ہمارے اندر یہ قوت پیدا ہوتی ہے کہ بلند تر روحانی اور اخلاقی مقاصد کے لیے، جو بعد میں حاصل ہونے والے ہوں، ان دینوی خواہشات کو قربان کر دیں جو فوری تکمیل کے طالب ہوں اور جن کا مزہ اج ہی لوٹا جا سکتا ہو۔

روزہ یہ بات بھی راسخ کر دیتا ہے کہ اصل چیز اطاعت الہی ہے۔ صرف حکم الہی ہی کسی چیز کے صحیح یا غلط ہونے کے لیے اخری سند ہے۔ نیکی اور ثواب نہ کھانے میں ہے نہ بھوکے رہنے میں، نہ جاگنے میں نہ سونے میں۔ نیکی اور ثواب صرف اللہ تعالی کی اطاعت اور فرمانبرداری میں ہے۔ قیام لیل سے بھی اسی نوعیت کی قوتیں حاصل ہوتی ہیں۔

جب یہ قوتیں اور کیفیات پیدا ہو جائیں، اور جتنی ہو جائیں، اسی وقت اور اتنے ہی ہم انفرادی طور پر، اور اجتماعی طور پر بحیثیت قوم، قران کی امانت کا بار اٹھانے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ تب ہی ہم اپنے مقاصد اور قران کی ذمہ داری اور مشن کی تکمیل کو مادی اور محسوس اشیاء کی خواہشات اور فوری اور بظاہر یقینی لذتوں کی طلب پر ترجیح دینے کی استعداد کے حامل ہو سکتے ہیں۔ اسی استعداد کا نام تقوی ہے۔

ایک اور پہلو سے دیکھیے۔ روزہ کی کوئی ظاہری شکل صورت نہیں ہے۔ نفس اور پیٹ کی گہرائی میں اٹھنے والی بھوک، پیاس، اور خواہش جنس کو کوئی دوسرا نہ دیکھ سکتا ہے نہ محسوس کر سکتا ہے، نہ کوئی کسی کے احساس میں شریک ہو سکتا ہے۔ ان خواہشات کو قربان کر دینے کی بھی کوئی ظاہری شکل نہیں۔ لہذا اس ترک خواہشات کو مادی پیمانوں سے نہیں ناپا تولا جا سکتا۔ روزہ تو خالص حضوری رب کے یقین پر ہی قائم ہوتا، اور اسی کو راسخ کرتا ہے۔ اس کی یہی روح ہے۔ اللہ تعالی ہر وقت ساتھ ہے، جہاں بھی ہوں وہ موجود ہے، دو ہوں تو تیسرا وہ ہے اور اکیلے ہوں تو دوسرا وہ ہے، وہ شہ رگ سے زیادہ قریب ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ ہے وہ ایمان، ہر وقت اپنے رب کے سامنے ہونے پر ایمان، جو روزہ کا اصل ثمر ہے۔۔۔۔۔۔ اسی لیے حدیث قدسی میں فرمایا گیا ہے کہ روزہ صرف میرے لیے ہے صرف میں ہی اس کا بدلہ دے سکتا ہوں (بخاری، مسلم: ابو ہریرہؓ)۔ تقوی اسی ایمان کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے، اسی ایمان سے غذا حاصل کرتا ہے، اسی پر استوار ہوتا ہے، اور اسی سے پھلتا پھولتا ہے۔

اب اخر میں اپ کو ایک اہم بات اور بتاؤں! جب شیطان اس بات سے مایوس ہو جاتا ہے کہ ہم اس نسخہ کے استعمال کو ترک کرنے پر راضی ہو جائیں جو اتنے بے پایاں منافع کا حاصل ہے تو پھر وہ اس کی کوشش کرتا ہے کہ اس کے منافہ کو محدود کر دے۔ ہم سمندر سے چند قطرے حاصل کرنے پر ہی قانع رہ جائیں۔ روزوں اور

قیام اللیل سے وہ تقوی بھی حاصل ہو سکتا ہے جو اپ نے دیکھا، اور اس سے ایسا تقوی بھی پیدا ہو سکتا ہے جو صرف اس بات پر ہمیں قانع کر دے چند چھوٹی نیکیاں کر لیں، مستحبات کی فکر نوافل سے بڑھ کر کریں، نوافل کی سنتوں سے بڑھ کر، اور ان سب کی فرائض سے بڑھ کر۔ اسی طرح ہم چند چھوٹی برائیوں سے رک جائیں۔

لیکن اللہ تعالی نے رمضان المبارک میں روزے فرض کر کے جو تقوی پیدا کرنے کی تعلیم دی ہے وہ اس سے بہت عظیم شے ہے۔ یہ وہ تقوی ہے جس سے ہم بحیثیت فرد کے، اور بحیثیت جماعت کے رمضان میں نازل ہونے والے قران مجید کے مشن کو پورا کرنے اور اس کا حق ادا کرنے کے اہل بن سکتے ہیں۔ یہ بات اس لیے جاننا ضروری ہے کہ ایسا ہوتا رہا ہے، اور ہو رہا ہے، کہ روزے رکھنے والے اور راتوں کو جاگنے والے روزے رکھتے رہتے ہیں اور راتوں کو جاگتے رہتے ہیں، مگر ایک قدم بھی اس راہ پر نہیں اٹھاتے جس راہ پر رمضان کے روزے اور تلاوت قران انہیں گامزن کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اعمال صالحہ میں سب سے اہم عمل، فرائض میں سب سے بڑا فرض، اور نفع کے لحاظ سے سب سے زیادہ خیر کثیر کا حامل تو عمل یہی ہے کہ ہم قران کا حق ادا کرنے کے لیے اور اللہ کے دوسرے بندوں کو قران کی بتائی ہوئی راہ پر لگانے کے لیے، اپنے کو تیار کریں، اور عملا کچھ نہ کچھ ضرور کریں۔

اس فرض کو ادا کرنے کی فکر ہم اسی وقت کر سکتے ہیں جب ہم قران مجید، صوم رمضان اور تقوی کے باہمی تعلق کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ میری اب تک کی گفتگو کا مقصد یہی تھا۔ ہم کو اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ رمضان کا مہینہ روزوں کے لیے صرف اس وجہ سے فرض کیا گیا ہے کہ اس مہینہ میں اللہ تعالی کا کلام نازل ہوا۔ اس مہینہ کی ساری برکت اور عظمت اس لیے ہے کہ اس ماہ میں اس نے اپنے بندوں کی ہدایت کا ارادہ فرمایا، اور اپنے

فضل عظیم سے اپنی ہدایت کا اخری پیغام اپنے اخری نبی ﷺ کے ذریعہ دنیا والوں کے حوالہ کیا۔ اس ماہ میں روزے فرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے اندر وہ تقوی پیدا کریں جس سے ہمیں اللہ تعالی کی کتاب ہدایت کا حق ادا کرنے کی قوت اور استعداد حاصل ہو۔

اپ کیا کریں

اپ کیا کریں جس سے رمضان المبارک سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اور نفع حاصل کر سکیں، اس کے روزوں سے اس کی تراویح سے اس کی تلاوت قران سے اس کی عبادات و معمولات سے، اس کی راتوں سے اور اس کے دنوں سے یہ قوت اور استعداد حاصل کر سکیں؟ اب میں اپ کے اسی سوال کے جواب دینے کی کوشش کروں گا۔

1. نیت اور ارادہ

پہلی چیز صحیح نیت اور پکا ارادہ ہے۔

نیت شعور و احساس پیدا کرنے اور اس کو متحرک کرنے کا کام کرتی ہے۔ شعور بیدار ہو تو ارادہ پیدا ہو تا ہے۔ اور ارادہ محنت اور کوشش کی صلاحیت پیدا کر تا ہے۔ کسی کام کے لیے مقصد کے صحیح شعور اور اس کے حصول کے لیے پختہ عزم کی حیثیت وہی ہے جو جسم کے لیے روح کی ہوتی ہے۔ انہی معنوں میں نماز، روزہ اور عبادت کے لیے نیت کی تاکید کی گئی ہے۔ بعض علماء کے نزدیک زبان سے نیت کے الفاظ کے بغیر عمل صحیح نہیں ہوتا، بعض کے نزدیک دل کا قول اور فیصلہ کافی ہے۔ صرف نیت کے الفاظ دہرانے سے یا دل میں کسی فرض کام کو ادا کرنے کی نیت کر لینے سے فقہی اور قانونی شرط تو ضرور پوری ہو جاتی ہے، لیکن یہ نیت روح کا کام اسی صورت

میں کر سکتی ہے جب یہ شعور میں کام کا مقصد اجاگر کر دے، اور دل میں اسی مقصد کے حصول کے لیے عزم پیدا کر دے۔

زندہ اور مردہ جسم میں بظاہر کوئی فرق نہیں ہوتا۔ لیکن زندہ جسم قوت، حرکت، اور عمل کی استعداد رکھتا ہے، جبکہ مردہ جسم قوت، حرکت، اور عمل کی استعداد سے محروم ہوتا ہے۔ یہی حال اعمال کا ہے۔ اگر اعمال میں صحیح نیت کی روح ہو تو وہ اثر افرینی، نشو نما اور نتیجہ خیزی کی استعداد رکھتے ہیں، اسی بات کو نبی کریم ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا کہ اعمال کی صحت اور وزن کا انحصار نیت پر ہوتا ہے۔ اِنَّمَا الَاعمَالُ بِالنِّیاتِ (بخاری: عمرؓ) ہر انسان کے لیے حاصل وہی ہے جس کی وہ نیت کرے۔

نیت ہونی چاہیے، صحیح ہونی چاہیے، لیکن خالص بھی ہونی چاہیے، یعنی ہر کام صرف اللہ تعالی کی رضا کے حصول کے لیے اور اس کے اجر و انعام کا مستحق بننے کے لیے ہونا چاہیے۔ اگر اپ کی نیت خالص نہ ہو گی اور اپ کام صرف اللہ تعالی کے لیے نہ کریں گے تو وہ قبول نہ ہو گا، محنت کا اجر ضائع جا سکتا ہے۔

نیت طلب اور ارزو کا اظہار ہے، اور اگر طلب و ارزو موجود نہ ہو تو اس کی خلاّق ہے۔ طلب اور ارزو ہو تو عزم اور حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔ ارادہ اور ازم و حوصلہ ہی وہ طاقت ہے جو ہمیں حرکت میں لاتی ہے اور حرکت میں رکھتی ہے۔ یہ وہ بنیادی صفات ہیں جن کے بغیر کوئی راستہ طے نہیں ہو سکتا، اور رمضان المبارک کا سفر بھی اپ کو اپنی منزل پر نہیں پہنچا سکتا۔

رمضان المبارک کے استقبال کے لیے سب سے پہلا کام اپ کو یہی کرنا چاہیے کہ اپ اس کے مقام، اس کے پیغام، اس کے مقصد، اور اس کی عظمت و برکت کے شعور کو تازہ کریں۔ اس بات کی نیت کریں کہ اس مہینہ

میں اپ جن معمولات اور عبادات کا اہتمام کریں گے ان سے اپ اپنے اندر وہ تقوی پیدا کرنے کی کوشش کریں گے جو اپ کو اللہ تعالی کے دین کے تقاضوں اور قران مجید کے مشن کو پورا کرنے کے قابل بنا سکے۔اور پھر اس بات کا عزم کریں کہ اس مہینہ میں جو معمولات فرض کر دیے گئے ہیں، اور وہ معمولات جن کی تاکید نبی کریم ﷺ نے فرمائی ہے، اور وہ معمولات جو اپ خود اپنے لیے طے کریں گے تا کہ اس ماہ سے بھرپور نفع حاصل کر سکیں۔۔۔ان سب کو اپ محنت اور استقامت سے بجالانے کی پوری کوشش کریں گے۔ اس مقصد کے لیے بہت مفید ہو گا کہ اپ رمضان المبارک کے اغاز سے پہلے اخری دن میں، یا اغاز ہونے کے فورابعد پہلی ہی رات میں، دو گھڑیاں تنہا بیٹھ جائیں۔اللہ تعالی کے حضور خود کو حاضر جانے، اس کی حمد کریں، اس کے نبی ﷺ پر درود بھیجیں، اپنے گناہوں سے استغفار کریں۔اس کے بعد انے والے مہینے کے بارے میں وہ تمام باتیں سوچیں جن کا میں نے ذکر کیا ہے (یا اسی تحریر کو پڑھ لیں)۔اس کے بعد پورے ماہ کے لیے کوشش اور محنت کی نیت اور عزم کریں، اللہ تعالی سے توفیق اور اعانت طلب کریں، اور دعا کریں کہ وہ اپ کا ہاتھ پکڑ کے اپ کو اپنی راہ پر چلائے۔

2. قران مجید سے تعلق

دوسری چیز قران مجید کی تلاوت وسماعت اور علم و فہم کا اہتمام والتزام ہے۔

رمضان المبارک کا مہینہ اپنی مخصوص عبادات، یعنی روزے اور قیام لیل کو کسی نہ کسی صورت میں قران مجید پر مرکوز کر دیتا ہے۔اس مہینہ کا اصل حاصل ہی قران سیکھنا اور اس پر عمل کی استعداد پیدا کرنا ہے۔اس لیے

اپ کو سب سے زیادہ اہتمام جس چیز کا کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ اپ زیادہ سے زیادہ وقت قران مجید کی صحبت و معیت میں بسر کریں۔ یہ وقت اس طرح بسر کریں کہ ایک طرف اپ کو یہ معلوم ہو کہ اللہ تعالی نے اپ سے کیا کہا ہے، دوسری طرف اپ کا دل اور اپ کی سوچ قران کو جذب کر لے، اور اپ کے اندر اس کے مطابق عمل کے لیے امادگی پیدا ہو۔

نماز تراویح کی پابندی سے کم سے کم اتنا ضرور حاصل ہوتا ہے کہ اپ پورا قران ایک بار سن لیتے ہیں۔ اللہ کے حضور کھڑے ہو کر اللہ کا کلام سننے کا روحانی فائدہ اپنی جگہ پر بہت قیمتی ہے۔ لیکن عربی نہ جاننے کی وجہ سے اپ اس عبادت سے یہ فائدہ نہیں حاصل کر پاتے کہ اپ قران کے پیغام اور مضامین سے واقف ہو جائیں، یا ان کو تازہ کر لیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ اپ اس مقصد کے لیے کچھ زیادہ محنت کریں، اور کچھ اس سے زیادہ وقت قران کے لیے لگائیں جتنا وقت اپ تراویح میں لگاتے ہیں۔ یعنی روزانہ قران مجید کا کچھ حصہ ترجمہ سے سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کریں۔

کتنا حصہ روزانہ سمجھ کر پڑھیں؟ مقدار کا ایک تعین تو تراویح کی صورت میں کیا گیا ہے۔ یعنی اتنا پڑھنا چاہیے کہ رمضان کے مہینہ میں قران مجید کا ایک دورہ مکمل ہو جائے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مہینہ جبرائیل علیہ السلام خود اکر نبی کریم ﷺ کو قران مجید کا ایک دورہ مکمل کروایا کرتے تھے (بخاری، مسلم: ابن عباسؓ)۔ چنانچہ سب سے بہتر تو یہ ہے کہ جہاں روز ایک پارہ تراویح میں سنا جائے، وہاں اپ اسی دن ایک پارہ ترجمہ سے پڑھ لیں۔ لیکن یہ کام مشکل ہے اور کم ہی لوگ اس کو نباہ سکتے ہیں۔

قران مجید نے خود ان لوگوں کو جو کمزور ہیں اس معاملہ میں سہولت دی ہے۔۔۔۔۔۔ خواہ یہ کمزوری بیماری کی وجہ سے ہو، تلاش معاش کی وجہ سے، یا فی سبیل اللہ۔۔۔۔ اور فرمایا ہے کہ جتنا اسانی سے پڑھ سکو اتنا پڑھو۔ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآن۔ لہذا دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ انے والے رمضان کی پہلی تاریخ سے اپ اس عزم کے ساتھ قران ترجمہ کے ساتھ پڑھنے کا کام شروع کر دیں کہ جب اگلا رمضان ائے گا تو اس وقت تک اپ ایک دفعہ پورا قران مجید پڑھ چکے ہوں گے۔ اس مقصد کے لیے روزانہ ایک یا ڈیڑھ رکوع سے زیادہ پڑھنے کی ضرورت نہ ہو گی۔ اتنا وقت نکالنا نہ رمضان میں کوئی مشکل ہے، نہ رمضان کے بعد۔ اگر اپ اس معمول کے اہتمام کو بھی مشکل پائیں تو اپ اس رمضان سے کم سے کم تین ایات روزانہ ترجمہ کے ساتھ پڑھنا شروع کر دیں۔ اس طرح سال میں نہ سہی پانچ چھ سال میں اپ ایک دفعہ پورا قران ختم کر لیں گے۔ اس کام کا اغاز رمضان سے کرنے سے اللہ تعالی کی برکت اپ کے شامل حال رہے گی۔

سمجھ کر پڑھنے کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اپ قران مجید کو اپنے اندر جذب کریں، اور اس کے ساتھ اپنے دل اور روح کے تعلق کو گہرا کریں اور پروان چڑھائیں۔ قران مجید نے خود اپنے پڑھنے اور سننے والوں کی جو صفات بیان کی ہیں وہ صرف ذہن سے سمجھ کر پڑھنے تک محدود نہیں۔۔۔۔۔۔ اس طرح تو بہت سے غیر مسلم بھی پڑھتے ہیں۔۔۔۔۔ بلکہ روح، دل، اور جسم کی پوری شرکت کے ساتھ پڑھنے پر حاوی ہیں۔ قران کا اپنا بیان ہے کہ جب اس کی ایات تلاوت کی جاتی ہیں تو سننے اور پڑھنے والوں کے دل کانپ اٹھتے ہیں، اور نرم پڑ جاتے ہیں، ان کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، ان کی انکھوں سے انسو بہنے لگتے ہیں، ان پر گریہ وزاری

طاری ہو جاتا ہے، ان کا ایمان بڑھتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ جب قران مجید پڑھو تو رو، اگر رونا نہ ائے تو رونے کی کوشش کرو، اس لیے قران حزن کے ساتھ نازل کیا گیا ہے۔

خوہ تھوڑا ہی حصہ پڑھیں۔۔۔ القارعہ پڑھیں جو کھڑ کھڑا دینے والی افت کی خبر دے رہی ہے، یا الذلزال پڑھیں جو خبر دیتی ہے کہ اپ کی چھوٹی سے چھوٹی برائی اور چھوٹی سے چھوٹی نیکی اپ کے سامنے ا جائے گی۔۔۔۔ لیکن اس میں ڈوب کر پڑھیں، اور اس کیفیت کے ساتھ پڑھیں کہ اپ اللہ کے سامنے حاضر ہیں، وہ اپ سے بات کر رہا ہے اور ہدایت دے رہا ہے، بتا رہا ہے کہ کیا کرو اور کیا نہ کرو، کیا پیش انے والا ہے، اور کیا کچھ مل سکتا ہے۔ اپ کا دل اور دماغ اور جسم سب تلاوت کے اس کام میں شریک ہوں۔

3. اللہ تعالی کی نافرمانی سے بچنا

تیسری چیز اللہ تعالی کی نافرمانی سے بچنے کی خصوصی کوشش ہے۔

روزہ کا مقصد تقوی پیدا کرنا ہے، اور رمضان المبارک کا مہینہ تقوی کی افزائش کا موسم بہار ہے۔ اس لیے اس مہینہ میں اللہ تعالی کی نافرمانی سے بچنے کی خصوصی کوشش کرنا ضروری ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ رمضان کے علاوہ دوسرے دنوں اور راتوں میں اللہ تعالی کی نافرمانی سے بچنے کی کوشش نہیں کرنا چاہیے۔ مطلب یہ ہے کہ رمضان میں قران مجید سے خصوصی تعلق، صرف اللہ تعالی کے حکم کی تعمیل میں دن بھر بھوکا پیاسا رہنے، اور اس کے بعد راتوں کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے اور اس کا کلام سننے سے ایک خاص ماحول بنتا ہے اور ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اس ماحول اور کیفیت میں یہ جذبہ زیادہ گہرا اور قوی ہو سکتا ہے کہ اپ اپنے کو ہر اس چیز سے بچائیں جو اللہ تعالی کو ناراض کرنے والی ہو۔

یوں تو یہ کوشش زندگی کے ہر معاملہ میں کرنا چاہیے لیکن دوسرے انسانوں کے ساتھ تعلقات، معاشرتی روابط اور اجتماعی اخلاق کے معاملہ میں خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ وہ ادمی بڑا ہی بدقسمت ہو گا جو بڑے اہتمام سے روزے رکھے، نمازیں پڑھے، صدقے کرے، قران پڑھے اور پھر قیامت کے دن اللہ کے حضور اس حال میں ائے کہ گردن پر لوگوں کی طرف سے دعووں کا ایک انبار ہو۔۔۔ کسی کو مارا، کسی کو گالی دی، کسی کی بے عزتی کی، کسی کا دل دکھایا، کسی کا مال ناحق کھایا۔۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایسے شخص کی تمام نیکیاں دعوی داروں کو دے دی جائیں گی، پھر بھی دعوے ختم نہ ہوئے تو دعوی داروں کے گناہ اس کے سر ڈالے جائیں گے، اور اس کو سر کے بل جہنم میں پھینک دیا جائے گا (مسلم: ابو ہریرہؓ)۔

اپ قران میں سیاق کو دیکھیں جس میں روزے فرض کیے گئے ہیں۔ اپ فورا سمجھ لیں گے کہ یہی وہ بنیادی مقصد ہے جو روزہ سے حاصل ہونا چاہیے۔ پہلے انسانی جان کے احترام اور قصاص کا حکم دیا، پھر ورثہ میں انصاف کے ساتھ وصیت کرنا لازم ٹھہرایا۔ اس کے بعد روزہ اور رمضان کا بیان ہوا۔ فورا بعد ہدایت دی گئی کہ ایک دوسرے کا مال باطل اور ناحق طریقوں سے مت کھاؤ، پھر یہ اصول بیان کیا گیا کہ وفاداری اور نیکی ظواہر کی پابندی کا نام نہیں ہے، اصل مطلوب تو تقوی ہے۔ اس کے بعد اللہ کی راہ میں لڑنے کا حکم دیا گیا، مگر تاکید فرمائی کہ اللہ تعالی زیادتی کرنے والوں کو ناپسند فرماتا ہے اس لیے جنگ میں بھی زیادتی نہ کرو۔

احکام کی اس لڑی میں روزہ کو جس جگہ جڑا گیا ہے اس سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ روزے رکھنے کے بعد یہ ضروری ہے کہ اپ کسی دوسرے انسان کی جان، مال، حقوق، اور عزت پر ہاتھ نہ ڈالیں۔ اس بات کو نبی ﷺ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ روزہ، گناہوں سے بچنے کے لیے ایک ڈھال کا کام کرتا ہے، پس اس کو ڈھال

بناؤ۔ روزہ دار نہ بد کلامی کرے نہ چیخیں چلائے، اور اگر کوئی اور اس کو برا کہے یا اس سے لڑے تو یہ کہہ کر الگ ہو جائے کہ میں تو روزے سے ہوں، میرے لیے یہ ممکن نہیں کہ ان برے کاموں میں مشغول ہوں (بخاری، مسلم: ابو ہریرہؓ)۔ ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے واضح فرمایا ہے کہ روزہ کا مقصود کھانا پینا ترک کرنا نہیں بلکہ جھوٹ بات اور جھوٹ پر عمل چھوڑ دینا ہے (بخاری: ابو ہریرہؓ)

اچھی طرح جان لیجئے کہ روزہ صرف پیٹ کا روزہ نہیں ہے۔ انکھ کا بھی روزہ ہے، کان کا بھی روزہ ہے، زبان کا بھی روزہ ہے، ہاتھ پاؤں کا بھی روزہ ہے۔ وہ روزہ یہ ہے انکھ وہ نہ دیکھے، کان وہ نہ سنے، زبان وہ نہ بولیں، اعضاء وہ کام نہ کرے، جو اللہ تعالی کو ناپسند ہیں اور جن سے اس نے منع فرمایا ہے۔

ایک ایک کر کے اپنی خرابیوں پر قابو پانے سے بالاخر بہت کام ہو سکتا ہے۔ مثلا، انے والے رمضان کے لیے اپ فیصلہ کر لیں کہ اپ کسی سے چیخ چلا کر بات نہ کریں گے، نہ لڑیں گے، اور کسی کے بارے میں کوئی بات نہ کہیں گے، خواہ سامنے ہو یا پیٹھ پیچھے، الا یہ کہ وہ بھلی بات ہو۔ نافرمانیوں سے بچنے کا اغاز زبان کی حفاظت سے کریں۔ یہ مشکل ضرور ہے، لیکن اس کی پابندی زیادہ ممکن الحصول ہے۔ روز رات کو ان دو باتوں کا احتساب بھی کر لیں اور لغزش ہوئی ہو تو فورا استغفار کریں۔

4. نیکی کی جستجو

چوتھی چیز ہر طرح کی نیکیوں کی خصوصی جستجو ہے

ہر لمحہ ہر قسم کی نیکی کی طلب اور جستجو تم مومن کی فطرت کا جز ہونا چاہیے لیکن رمضان کے مہینے میں اس معاملہ میں بھی خصوصی توجہ اور کوشش ضروری ہے اس لیے کہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں اپ جس نیکی سے بھی خدا کا

قرب تلاش کریں اس کا ثواب فرض کے برابر ہو جاتا ہے (بیہقی: سلیمان فارسی) اس سے بڑی ترغیب اور کیا ہو سکتی ہے

یہ جستجو مراسم عبادت کے دائرے میں بھی کریں مثلا تکبیر تحریمہ کا التزام نفل نمازوں کا اہتمام اور یہ جستجو انسانی تعلقات کے دائرے میں ہونی چاہیے اپنے بھائی سے مسکرا کے ملنا بھی صدقہ ہے اس کو ایذا نہ پہنچانا بھی صدقہ ہے اس کے ڈول میں پانی دینا بھی صدقہ ہے

جب بندہ فرائض ادا کرنے کے ساتھ ساتھ نوافل کا اہتمام بھی کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ اپنے شوق اور خواہش سے کرتا ہے اس لیے کہ نوافل کا اہتمام نہ کرنے سے اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے جب بندہ اپنے شوق سے دوڑ دوڑ کر اپنے اقا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کام کرتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ کوئی موقع ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے تو پھر اس کے بارے میں وہ حدیث قدسی صادق اتی ہے جس میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کی انکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے (بخاری ابو ہریرہؓ)

اس سلسلے میں اپ کوئی تین نیکیاں خاص طور پر چن لیں اور ان کا اہتمام رمضان کے مبارک مہینے میں کریں

.5 قیام اللیل

رات کا قیام اور تلاوت قران اپنا احتساب اور استغفار تقوی کے حصول کے لیے بہت ضروری اور انتہائی کارگر نسخہ ہے یہ متقین کی صفات اور علامات ہیں اللہ تعالی نے فرمایا کہ متقین وہ ہیں جو رات کو کم سوتے ہیں اور سحر کے وقت استغفار کرتے ہیں الذاریات

رمضان المبارک میں تراویح کی نماز قیام اللیل ہی کی ایک صورت ہے اپ شروع رات میں 20 رکعتوں میں کھڑے ہو کر قران سنتے ہیں یہ قیام اللیل ہے قیام اللیل کا دوسرا وقت وہ ہے جو نصف شب کے بعد یا رات کے اخری تہائی حصہ میں ہے یہ وقت سحری کے وقت کے ساتھ متصل ہے سحری کا وقت ہی وہ وقت ہے جس میں استغفار کی تاکید قران نے کی ہے

رمضان کے مہینے میں تھوڑا سا اہتمام کر کے رات کے اس اخری حصے میں اپ قیام اللیل کی برکت حاصل کر سکتے ہیں اور اپ کا شمار مستغفرین بالاَسحار میں ہو سکتا ہے اس کا طریقہ بڑا اسان ہے سحری کے لیے تو اپ اٹھتے ہی ہیں 20,15 منٹ پہلے اٹھ کر وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ لیں.

یہ رات کا وہ حصہ ہے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے بتایا کہ اللہ تعالی دنیا والوں کے بہت قریب اتا ہے اور پکارتا ہے کہ کوئی ہے جو مجھ سے مانگے کہ میں اسے جو مانگے دوں کون ہے جو مجھ سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہے کہ میں اس کو معاف کر دوں (بخاری مسلم ابو ہریرہ) ایک اور روایت میں تو دل کو تڑپا دینے والے یہ الفاظ ہیں کہ رات کی اس گھڑی میں اللہ تعالی اپنا ہاتھ پھیلا دیتا ہے اور کہتا ہے کون ہے جو ایسی ذات کو قرض دے جو نہ تو فقیر ہے نہ ظالم اور صبح تک یہی کہتا رہتا ہے (مسلم ابو ہریرہ)

جب اللہ تعالی نے اپنی رحمت کا ہاتھ اس طرح پھیلا رکھا ہو اور اپ کھانے پینے کے لیے اٹھ ہی رہے ہوں تو اس سے زیادہ اسان خوش نصیبی کی راہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ اپ چند منٹ زیادہ لگا کر اپنے گناہ بخشوا لیں اور جو مانگیں وہ پا لیں۔

اگر دو رکعت نماز پڑھنا بھی مشکل ہو تو کم از کم اپنی پیشانی اپنے رب کے حضور سجدہ میں زمین پر رکھ کر اس کے سامنے گڑگڑائیں روئیں دھوئیں اپنے گناہوں پر استغفار کریں خیر و برکت طلب کریں اور راہ حق پر استقامت کی ارزو کریں پانچ دس منٹ میں اسانی سے یہ کام ہو سکتا ہے مگر ایک دفعہ اگر اپ نے اہ سحر گہی کی لذت پا لی تو اپ زیادہ وقت بھی لگانا چاہیں گے اور رمضان کے بعد بھی اس لذت کے پیچھے جائیں گے

6. ذکرودعا

چھٹی چیز ذکر اور دعا کا اہتمام ہے

ذکر اور دعا کا اہتمام پوری زندگی میں ہر وقت ضروری ہے ذکر کیا ہے ہر وہ کام جو اللہ تعالی کو محبوب ہے ذکر ہے خواہ دل سے ہو یا زبان سے یا اضا و جوارح سے روزہ بھی ان معنوں میں ذکر ہے بھوک پیاس بھی ذکر ہے اور تلاوت قران خصوصا نماز میں تو ہے ہی ذکر کی بڑی اعلی و ارفع صورت۔ لیکن رمضان المبارک میں زبان سے ذکر یعنی کلمات ذکر کا ورد اور دعا کا اہتمام بہت ضروری اور نافع ہے یہ نفل ہے مگر ثواب فرض کا پاتا ہے اس سے غفلت دور ہوتی ہے اور توجہ رمضان کی خیر و برکت حاصل کرنے پر مرکوز رکھنے میں اسانی ہوتی ہے

رمضان المبارک میں الحمد للہ، سبحان اللہ، لا الہ الا اللہ اللہ اکبر، سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم، لا حول ولا قوۃ الا باللہ، استغفر اللہ، اتوب اِلَیہ جیسے کلمات کا ورد کثرت سے کیجیے تا کہ زبان اللہ کی یاد سے تر رہے۔

دعا ذکر کی ہی ایک صورت ہے دعا اس بات کا اقرار ہے کہ سب کچھ اللہ تعالی سے ہی مل سکتا ہے اور سارے اختیارات اور خزانوں کا مالک صرف اللہ ہی ہے دعا ہمارے سراپہ محتاج اور فقیر ہونے کا اقرار ہے کیونکہ رمضان المبارک کا ہر لمحہ عظیم خیر و برکت کا حامل ہے اس لیے بار بار اپنے اقا کے اگے ہاتھ پھیلانا چاہیے

رمضان میں عام اوقات کے علاوہ قبولیت کے خاص اوقات ہیں ان میں افطار کا وقت بھی ہے اس وقت اللہ تعالی کی رحمت متوجہ ہوتی ہے

اسی ضمن میں کوشش کریں کہ پہلے عشرہ میں رحمت کی طلب کثرت سے کریں دوسرے عشرہ میں مغفرت تیسرے عشرہ میں نارِ جہنم سے رہائی کی۔ نبی کریم ﷺ نے ان عشروں کی یہ خصوصیت بیان فرمائی ہے (بیہقی سلیمان فارسی)

اذکار کے کسی مخصوص نصاب کو یاد کر کے اس کی پابندی کیجئے مختلف اوقات اور حالات کی دعاؤں اور جامع مسنون دعاؤں میں سے بھی ہر رمضان میں چند دعائیں یاد کر لیا کریں

7. شب قدر اور اعتکاف

ساتویں چیز شب قدر کا اہتمام ہے

یہ وہ مبارک رات ہیں جس میں قران مجید نازل ہوا یہ رات کو اپنی قدر و قیمت کے لحاظ سے اس کام کے لحاظ سے جو اس رات میں انجام پایا ان خزانوں کے لحاظ سے جو اس رات میں تقسیم کیے جاتے ہیں اور حاصل کیے جا سکتے ہیں ہزاروں مہینوں اور ہزاروں سالوں سے بہتر ہے جو اس رات قیام کرے اس کو سارے گناہوں کی مغفرت کی بشارت دی گئی ہے۔ ہر رات کی طرح اس رات میں بھی وہ گھڑی ہے جس میں دعائیں قبول کر لی جاتی ہیں اور دین و دنیا کی جو بھلائی مانگی جائے وہ عطا کی جاتی ہے (مسلم جابر) اگر اپ اس رات کے خیر سے محروم رہیں تو اس سے بڑی بد قسمتی کوئی نہیں ہو سکتی (ابن ماجہ انس بن مالک)

یہ رات کون سی رات ہے یہ ہم کو یقینی طور پر نہیں بتایا گیا ہے احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اخری عشرہ کی کوئی کوئی طاق رات ہے یعنی 21 یسویں 23 ویں 25 ویں 27 ویں یا تیسویں بعض احادیث میں کہا گیا ہے کہ یہ اخری عشرہ کی کوئی ایک رات یا رمضان المبارک کی کوئی بھی رات ہے

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ 27 ویں رات ہے اور اگر اس رات قیام اور عبادت کا اہتمام کر لیا جائے تو کافی ہے یہ ضرور ہے کہ بعض صحابہ اور صلحاء کی روایات سے 27 ویں رات کی تائید ہوتی ہے لیکن میرے خیال میں اس رات کا واضح تعین نہ کیے جانے میں ایک گہری حکمت پوشیدہ ہے اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ ہمیں یہ رات معلوم ہے اور یہ 27 ویں کی رات ہے تو یہ حکمت ضائع ہو جاتی ہے اس کو پوشیدہ رکھنے کا راز یہ ہے کہ اپ اس کی جستجو اور تلاش میں سرگرداں رہیں محنت کریں اپنی اتش شوق کو جلتا رکھیں اخری عشرہ کی ہر طاق رات میں تلاش کریں اس سے زیادہ شوق ہو تو اس عشرہ کی ہر رات میں اور اس سے بھی زیادہ ہمت ہو تو رمضان کی ہر رات میں جو چیز اللہ تعالی کو سب سے زیادہ محبوب اور پیاری ہے وہ یہ کہ بندہ اس کو خوش کرنے کے لیے اور اس کی رحمت اور انعامات کی طلب اور شوق میں ہر وقت ہما تن جستجو بنا رہے مسلسل کوشش میں لگا رہے کام سے زیادہ ارادہ اور مسلسل کوشش ہے جو اللہ تعالی کو مطلوب ہے اگر معلوم ہو کہ یہ رات کون سی ہے تو سعی اور جدوجہد کی جو کیفیت مطلوب ہے وہ ہاتھ نہ ائے گی اس رات کے قیام میں سے وہ سارا خیر و برکت تو حاصل ہو گا ہی جو کسی بھی رات کے قیام سے حاصل ہو سکتا ہے لیکن ایک طرف تو اس عام خیر و برکت میں کئی گنا اضافہ ہوتا ہے دوسری طرف مزید خیر و برکت کے دروازے بھی کھول دیے جاتے ہیں پورا رمضان المبارک ہماری امت پر اللہ تعالی کی اس خصوصی رحمت کا مظہر ہے کہ اس نے ہمارے لیے کم وقت اور مختصر عمل میں وہ ثواب اور اجر رکھا ہے

جو دوسری امتوں کو طویل مدت اور بہت عمل سے حاصل ہوتا تھا ارشاد نبوی کے مطابق اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے امت مسلمہ کو عصر سے مغرب تک محنت کر کے اس سے کہیں زیادہ مزدوری ملے جتنی یہودیوں کو فجر سے ظہر تک اور عیسائیوں کو ظہر سے مغرب تک کام کر کے ملی (بخاری ابن عمر) شب قدر ہمارے رب کی اس خصوصی رحمت کا سب سے بڑا ثبوت ہے

چنانچہ اپ کمر ہمت کس لیجیے کوشش کیجئے کہ کم از کم اخری عشرہ کی ہر طاق رات اللہ کے حضور قیام وصلاۃ، تلاوت و ذکر اور دعا و استغفار میں گزاریں پوری رات ممکن نہ ہو تو نصف رات کے بعد سحری تک دو تین گھنٹے گزاریں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوں سجدہ میں پیشانی زمین پر ٹیک دیں روئیں اور گڑگڑائیں اپنے گناہوں سے استغفار اور توبہ کریں

قبولیت دعا کی خصوصی گھڑی تو ہر شب اتی ہے لیکن شب قدر میں اس گھڑی کا رنگ ہی کچھ اور ہوتا ہے اس کی شان اور اس کی تاثیر جدا ہوتی ہے وہ گھڑی نا معلوم کون سی ہو اس لیے نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو ایک مختصر مگر بہت جامع دعا سکھائی تھی جو اس رات میں اپ بھی کثرت سے مانگیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی (احمد، ترمذی)

میرے اللہ تو بہت معاف کرنے والا ہے معاف کرنے کو محبوب رکھتا ہے مجھے معاف کر دے۔

اگر ہمت و حوصلہ ہو تو پھر اپ اخری عشرہ میں اعتکاف کا اہتمام ضرور کریں اعتکاف قلب و روح مزاج و انداز اور فکر و عمل کی للّٰہیت کے رنگ میں رنگنے اور ربانیت کے سانچے میں ڈھلنے کے لیے اکسیر کا حکم رکھتا ہے اس طرح شب قدر کی جستجو کا کام بھی اسان ہو جاتا ہے اعتکاف ہر شخص کے لیے تو ممکن نہیں لیکن اس کی اہمیت اس

سے ظاہر ہے کہ اس کو فرض کفایہ قرار دیا گیا ہے نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ اعتکاف کیا اور اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ حضرت عائشہ بتاتی ہیں کہ جب رمضان کا اخری عشرہ اتا تو رسول ﷺ اپنی کمر کس لیتے راتوں کو جاگتے اپنے گھر والوں کو جگاتے اور اتنی محنت کرتے جتنی کسی اور عشرہ میں نہ کرتے (بخاری مسلم)

ااعتکاف کی اصل روح یہ ہے کہ اپ کچھ مدت کے لیے دنیا کے ہر کام مشغلہ اور دلچسپی سے کاٹ کر اپنے اپ کو صرف اللہ کے لیے وقف کر دیں اہل و عیال اور گھر بار چھوڑ کے اس کے گھر میں گوشہ گیر ہو جائیں اور سارا وقت اس کی یاد میں بسر کریں اعتکاف کا حاصل بھی یہ ہے کہ پوری زندگی ایک ایسے سانچے میں ڈھل جائے کہ اللہ کو اور اس کی بندگی کو ہر چیز پر فوقیت اور ترجیح حاصل ہو میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ اپ میں سے ہر شخص دس دن کا اعتکاف کرے، لیکن ایک کام اپ اسانی سے کر سکتے ہیں جس سے اپ اپنی استطاعت کی حد تک اعتکاف کی روح زیادہ سے زیادہ حاصل کر لیں وہ یہ ہے کہ اپ جب بھی مسجد میں جائیں تو اعتکاف کی نیت کر لیں کہ جو وقت بھی میں یہاں گزاروں گا وہ میں نے اللہ کے لیے فارغ کر دیا۔

8. انفاق فی سبیل اللہ

اٹھویں چیز اللہ کی راہ میں فیاضی سے خرچ کرنا ہے۔

نماز کے بعد سب سے بڑی عبادت اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔ جو کچھ اللہ تعالی نے بخشا ہے وہ سب خرچ کرنا۔ وقت بھی اور جسم و جان کی قوتیں بھی۔ لیکن سب سے بڑھ کر مال خرچ کرنا، اس لیے کہ مال ہی دنیا کی محبوبیت و مرغوبیت کی جڑ ہے، اور دنیا کی محبت ہی ساری کمزوریوں کا سرچشمہ ہے۔

نبی کریم ﷺ سارے انسانوں سے زیادہ فیاض اور سخی تھے۔ لیکن جب رمضان المبارک اتا، اور حضور ﷺ کی ملاقات جبرائیل علیہ السلام سے ہوتی، تو پھر اپ کی سخاوت اور داد و دھش کی کوئی انتہا نہ رہتی، اپ ﷺ اپنی فیاضی میں بارش لانے والی ہوا کی مانند ہو جایا کرتے تھے۔(بخاری، مسلم: ابن عباسؓ) قیدیوں کو رہا فرماتے اور ہر مانگنے والے کو عطا کرتے۔

اللہ تعالی نے ایک ایک دانہ اور ایک ایک پیسے پر جو اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے کم سے کم 700 گنا اجر کا وعدہ فرمایا ہے، اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جس کو وہ چاہیں گے اس سے بہت زیادہ بھی عطا کریں گے۔ یہ وعدہ اس کلام پاک میں ہے جس کی صداقت میں ذرہ برابر شبہ نہیں کیا جا سکتا سرمایہ کاری کے لیے اتنے بے پناہ منافع کا وعدہ کرنے والا پراسپیکٹس اور کہاں پایا جاسکتا ہے؟ اور اس سرمایہ کاری کے لیے رمضان سے بہتر وقت اور کون سا ہو سکتا ہے، جب فرض ویسے ہی 70 گنا بڑھ جاتا ہے اور نفل فرض کے برابر ثواب حاصل کرتا ہے؟

انفاق فی سبیل اللہ متقین کی لازمی صفت ہے، تقوی بنیادی شرط ہے، اور تقوی پیدا کرنے کے لیے ناگزیر ہے۔ رمضان میں انفاق، روزہ کے ساتھ مل کر، حصول تقوی کے لیے اپ کی کوشش کو کئی گنا زیادہ کارگر اور بارآور بنادے گا۔

پس اپ رمضان میں اپنی مٹھی کھول دیں۔ اللہ کے دین کی اقامت و تبلیغ کے لیے، اقرباء کے لیے، یتیموں اور مسکینوں کے لیے، جتنا مال بھی اللہ کی راہ میں نکال سکیں نکالیں۔ بھوک اور پیاس برداشت کرتے ہیں، تو کچھ تنگی اور سختی جیب کے معاملہ میں بھی برداشت کیجئے۔ لیکن جو کچھ دیجئے صرف اللہ کے لیے دیجیے۔ کسی سے بدلہ

اور شکریہ کی خواہش اپ کے دل میں نہ ہو۔ **لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَّلَا شُكُوْرًا**۔اس سے کیا فائدہ کہ اپ مال نکالیں، سرمایہ کاری کریں، اور اپنے ہی ہاتھوں سرمایہ اور نفع دونوں ضائع کر دیں۔

زکوۃ بھی پورا حساب کر کے اسی ماہ میں نکالیے۔ اس طرح باقاعدگی بھی اجائے گی اور ثواب بھی اپ کو 70 گنا ملے گا۔

9. انسانی ھمدردی، ھمہ گیر ھمدردی

نویں چیز انسانی ہمدردی ہے۔

رمضان کے مہینہ کو نبی کریم ﷺ نے شہر المواساۃ فرمایا ہے۔ یہ اپنے جیسے انسانوں، اپنے بھائیوں اور بہنوں کے ساتھ ہمدردی اور غم خواری کا مہینہ ہے خاص طور پر یہ معاش ورزق کے دائرہ میں ایک دوسرے کی تنگیوں اور محرومیوں، پریشانیوں اور دکھوں میں شرکت اور مدد و خدمت کا مہینہ ہے۔ اپ کی اپنی بھوک پیاس جہاں اپ میں تقوی، ضبط نفس، امر الہی کی اطاعت، اور صبر کی صفات پیدا کرنے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ وہیں یہ اپ کو دوسرے انسانوں پر بھوک پیاس اور دکھ درد میں جو کچھ بیتتی ہے اس کا کچھ ذائقہ چکھاتی ہے۔ ذاتی تجربہ اور احساس سے اپ کے اندر ہمدردی اور مدد کا بڑا مضبوط اور جاندار جذبہ پیدا ہو سکتا ہے۔

نیکی و بھلائی اور تقوی کا یہ دائرہ بہت وسیع ہے۔ اس کے پہلو اور شاخیں بے شمار ہیں۔ کھانا کھلانا، مریضوں کا علاج اور عیادت، یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری، محتاجوں اور فقیروں کی حاجت روائی، صلہ رحمی، وغیرہ یہ

سب اسی وسیع دائرہ کے چند گوشے ہیں۔ اس خدمت کے مستحق سب ہیں۔ اپ کے اہل و عیال اور اقربا بھی، اپ کے دوست احباب بھی، اپ کے پڑوسی بھی، اپ کے دینی بھائی بھی، اور عام مسلمان اور انسان بھی۔

ہمدردی کے اس ہمہ گیر کام کی طرف مسلسل توجہ پیدا کرنے اور قائم رکھنے کے لیے، نبی کریم ﷺ نے بڑے اہتمام کے ساتھ روزہ دار کو افطار کرانے کی ترغیب دی ہے۔ اپ نے فرمایا ہے:

جو شخص اس مہینہ میں کسی روزہ دار کو افطار کرائے تو اس کے لیے گناہوں سے مغفرت اور دوزخ کی اگ سے رہائی ہے۔ اس کو اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا روزہ دار کو، اور اس سے روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ائے گی۔ ہم نے کہا، اے اللہ کے رسول، ہم سب کے پاس تو اتنا سامان نہیں ہوتا کہ روزہ دار کو افطار کرائیں؟ فرمایا: اللہ تعالی یہ ثواب اس کو بھی عطا کرتا ہے جو ایک گھونٹ دودھ، ایک کھجور، یا پانی کے ایک گھونٹ سے کسی روزہ دار کو افطار کرائے۔ (پھر فرمایا) جو کسی روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے تو اللہ تعالی اس کو میرے حوض سے ایسا سیراب کرے گا کہ پھر اسے کبھی پیاس نہ لگے گی۔ یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے (بیہقی: سلمان فارسیؓ)

اس لیے اس مہینہ میں خاص اہتمام کیجیۓ کہ اپ اپنے بھائی بہنوں کے کام ائیں، بھوکوں کو کھانا کھلائیں، ضرورت مندوں کی ضرورت رفع کریں، سائل اور محروم کو اپنے مال میں سے ان کا حق دیں۔ اس بات کو یاد رکھیے کہ گناہوں کی مغفرت، جہنم سے رہائی، حوض کوثر سے سیرابی، جنت میں داخلہ جیسے انتہائی عظیم انعامات مخلوق خدا کی خدمت سے ملتے ہیں، اور ان کو ایذا رسائی سے نماز، روزے اور صدقات کے بڑے بڑے ڈھیر ضائع ہو جاتے ہیں۔ خدمت چھوٹی ہو یا بڑی، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جو اپ کے پاس ہو اور دے سکتے ہوں وہ

دے دیں، جو اپ کر سکتے ہوں وہ کر دیں۔ کسی چھوٹی سے چھوٹی چیز کو حقیر اور کم نہ جانیے، چاہے ایک وقت کا کھانا ہی ہو، ایک گلاس پانی ہی ہو، ایک روپیہ ہی ہو، ایک اچھی بات ہی ہو، ایک سفارش ہی ہو، ایک پیاسے کتے کی پیاس بجھانا ہی ہو۔ یہ سب کام اپ کو جنت میں پہنچا سکتے ہیں۔

10. دعوت الی القران

دسویں چیز قران اور خیر کی طرف بلانا ہے۔

اپ خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ کسی انسان کی سب سے بڑی خدمت اور اس کے ساتھ سب سے بڑی ہمدردی اس کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتی کہ اس کو اللہ تعالی کے غضب اور اس کی اگ کی طرف لے جانے والے راستوں اور کاموں سے بچا کر اس کی رضا اور اس کی جنت کی طرف لے جانے والے راستوں اور کاموں میں لگا دیا جائے۔ دنیا کی بھوک پیاس دنیا کی زندگی کے ساتھ ختم ہو جائے گی، یہاں کا ہر دکھ درد گزر جائے گا۔ مگر اخرت کی بھوک پیاس کبھی ختم نہ ہو گی، وہاں کے دکھ درد سے کبھی نجات نہ ملے گی، وہاں کا کانٹوں کا کھانا اور لہو، پیپ اور کھولتے ہوئے پانی کے گھونٹ، ہمیشہ کا مقدر بن جائیں گے۔ اس لیے جس خدمت سے کسی کے لیے وہاں بھوک پیاس بجھنے کا سامان ہو، اسے وہاں کے دکھ درد سے نجات مل جائے، وہی خدمت اس کی سب سے بڑی خدمت ہے۔ روزہ دار کو افطار کرانے سے اس کا روزہ کا پورا ثواب اپ کو ملے گا، مگر اسی طرح کسی کو نیکی اور بھلائی کی راہ پر لگا دینے سے تو اس کی نیکیوں اور بھلائیوں کا سارا ثواب اپ کو ملے گا۔ اپ سوچیں تو یہ لامتناہی سلسلہ ہے ثواب کا۔

قران کی وجہ سے ہی رمضان کو عزت و شرف حاصل ہوا ہے۔ پھر نزول قران کے مہینہ سے زیادہ موزوں وقت اس کام کے لیے کیا ہو سکتا ہے کہ اپ لوگوں تک قران مجید کا پیغام پہنچائیں، ان کو قران کی تعلیمات سے اگاہ کریں، ان کو قران کے مشن کی طرف بلائیں، ان کو قران کی امانت کا حق ادا کرنے کے لیے کھڑا کریں۔

رمضان المبارک میں اپ کے اپنے معمولات ہوتے ہیں۔ اپ کی توجہ اپنی تزکیہ، تلاوت قران، نفل نماز، اور اپنے لیے زیادہ سے زیادہ نیکیاں سمیٹ لینے کی طرف ہوتی ہیں۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ اس توجہ کی وجہ سے یہ سب بڑی نیکی، نیکیاں سمیٹ لینے کا کبھی ختم نہ ہونے والا راستہ، اپ کی نگاہوں سے اوجھل ہو جائے۔ دعوت الی اللہ اور دعوت الی القران کا کام سب سے بڑی نیکی، اور نیکیوں کے لیے سب سے زیادہ منافع بخش سرمایہ قاری ہی نہیں، خود اپ کے تزکیہ و تربیت کا سب سے موثر ذریعہ بھی ہے۔

رمضان المبارک میں عام مسلمانوں کے قلوب اللہ کی طرف اور نیکی اور بھلائی کی طرف جھکے ہوتے ہیں۔ اسی لیے اس بات کا زیادہ امکان ہوتا ہے کہ وہ اپ کی بات توجہ سے سنیں، یہ بات ان کے دلوں میں اتر جائے، وہ اس کو قبول کرلیں، اور اپنی زندگیاں اس مقصد کے لیے لگانے پر امادہ ہو جائیں جس کے لیے اللہ تعالی نے اپنے رسول بھیجے اور قران پاک نازل فرمایا۔

اس کام کے دو طریقے ہو سکتے ہیں۔

ایک یہ کہ اپ اپنے رمضان کے معمولات میں دعوت کے کام کو شامل کرلیجئے۔ افطار پر بلائیں تو چند لمحات اس گفتگو کا موقع نکالیں، ساتھ کام کرنے والوں کے ساتھ گفتگو اور ملاقات ہو تو اس مقصد کو سامنے رکھیں، بات رمضان کے حوالہ سے کریں اور اس بات کو مقصد قران کی ادائیگی کے لیے کچھ کرنے تک پہنچائیں۔

دوسرے یہ کہ اپ کچھ مخصوص افراد یا کسی ایک فرد، کو اپنا ہدف بنا لیں، کہ اس ماہ ان کے ساتھ مسلسل اور خصوصی روابط کے ذریعے انہیں قران کا بتایا ہوا کام کرنے کے لیے اگے بڑھانا ہے۔

حرف اخر

یہ 10 چیزیں میں نے اپ کے سامنے الگ الگ بیان کی ہیں۔ لیکن اپ غور کریں تو یہ سب ایک ہی مقصد کے رشتہ سے بندھی ہوئی ہیں اور باہم ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں۔ وہ رشتہ یہ ہے کہ ہم رمضان سے وہ تقوی اور قوت واستعداد حاصل کریں جس سے ہم قران کی امانت کا حق ادا کرنے کے اہل بن جائیں۔ یہ مقصد اس لیے سب سے اہم مقصد ہے کہ ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کی فلاح صرف قران سے وابستہ ہے، اور دنیا میں ہمیں عزت اور سربلندی بھی صرف قران کے ذریعہ ہی نصیب ہو سکتی ہے۔ اخرت میں بھی ہماری نجات اور فلاح کا دارومدار اسی بات پر ہے کہ ہم قران مجید سے کیا سلوک کرتے ہیں، اس کی بتائی ہوئی راہ پر کہاں تک چلتے ہیں، اور اس کے لانے والے کا اتباع کتنا کرتے ہیں۔

رمضان المبارک ہر سال اتا ہے ایک کے بعد دوسرا رمضان اتا ہے، اور صدیوں سے ارہا ہے۔ ایک کے بعد دوسرا قران ختم ہوتا ہے، اور ان گنت تعداد میں ہوتا ہے۔ ہر رمضان میں تلاوت قران ہوتی ہے، روزے رکھے جاتے ہیں، نمازیں پڑھی جاتی ہیں، ذکر اور دعا میں راتیں بسر ہوتی ہیں، لیکن ہم وہیں کے وہیں رہتے ہیں جہاں رمضان شروع ہونے سے پہلے ہوتے ہیں۔ تقوی سے اتنے ہی محروم رہتے ہیں جتنے رمضان کے بغیر

تھے۔ نہ ہماری شخصیت میں تبدیلی ہوتی ہے۔ نہ ہمارے انفرادی اخلاق کی اصلاح ہوتی ہے، نہ ہماری قومی و ملی حالت میں تغیر واقع ہوتا ہے، نہ ہمارے اوپر سے ذلت و مسکنت اور غلامی و اپستی کے بادل چھٹتے ہیں۔

ایسا کیوں ہے؟ اول تو اس لیے کہ شعوری اہتمام اور کوشش کے بغیر ہم رمضان سے وہ خیر کثیر حاصل نہیں کر سکتے جس کے خزانے لٹاتے ہوئے وہ ہر سال ہمارے اوپر سایہ فگن ہوتا ہے۔ اس شعوری کوشش اور اہتمام سے ہم محروم ہیں، یا اس کی طرف سے لاپرواہ ہیں۔

اس سے زیادہ یہ کہ ہماری حالت اس حالت سے زیادہ قریب ہے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے یوں متنبہ فرمایا ہے کہ وہ جھوٹ کہنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے (بخاری: ابوہریرہؓ)۔ اللہ کو اپنا رب کہنا، محمد ﷺ کو اس کا رسول ماننا، قران کو اللہ کی کتاب تسلیم کرنا، پھر نہ یہ جاننے کی کوشش کرنا کہ یہ سب ہم سے کیا کہتے ہیں، نہ اس پر عمل کرنا۔۔۔۔ اخر یہ سب جھوٹ اور جھوٹ پر عمل نہیں تو اور کیا ہے؟ منافق رسول ﷺ کے پاس اتے اور کہتے کہ اپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بات تو سچی کرتے ہیں، لیکن ہیں جھوٹے۔ گویا زبان سے سچی بات کہنے کے باوجود انسان جھوٹا ہو سکتا ہے، اگر وہ اس سچی بات کے تقاضے نہ مانے اور ان کے مطابق عمل نہ کرے۔

دوسرے یہ کہ، ہماری عبادات کا، ہماری نمازوں کا، ہمارے روزوں کا، ہمارے اعمال کا، اور ہماری سرگرمیوں کا رشتہ اس مقصد سے کٹ چکا ہے جو قران لے کر ایا تھا اور جس کے لیے رمضان کے روزے فرض کیے گئے تھے۔ سب کچھ اسی لیے تھا کہ ہم قران کو خدا کے بندوں تک پہنچائیں، اس کے سانچہ میں اپنے اپ کو ڈھالیں

اور اپنے معاشرہ کو بھی ڈھالیں، قران کو قائم کریں،اور اس کی راہ میں صبر و استقامت سے جد وجہد کریں اور قربانیاں دیں۔

رمضان المبارک کا مہینہ ایک بار پھر یہ پکارتا ہوا ارہاہے کہ، اوٓاور جانو کہ اللہ تعالی نے قران مجید میں تم سے کیا کہاہے۔ آوٓاور ہر اس چیز کو ترک کر دو، خواہ وہ تمہیں کتنی ہی مرغوب و محبوب ہو، جس سے اللہ تعالی نے تمہیں روکا ہے۔۔۔۔۔۔

ورنہ، اس سے بڑی بد قسمتی تمہاری اور کیا ہو سکتی ہے کہ رمضان تمہارے پاس ائے، تم روزے بھی رکھو، ہو پیاس بھی برداشت کرو، راتوں کی نیند قربان کر کے تراویح بھی پڑھو، اور اس کے بعد بھی سوائے بھوک پیاس اور تجگے کے اور کچھ تمہارے ہاتھ نہ ائے۔ بلکہ کہیں ایسانہ ہو کہ تمہارے اوپر وہ مثال صادق اجائے جو اللہ تعالی نے حاملین تورات کے بارے میں بیان فرمائی ہے

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا

(جمعہ:5:62)

جن لوگوں پر تورات کی امانت کا بار رکھا گیا پھر انہوں نے اس امانت کو نبھانے کا حق نہ ادا کیا، ان کی مثال ان گدھوں کی طرح ہے جو اپنی پیٹھ پر کتابوں کا بوجھ اٹھائے پھرتے ہوں۔

یا، کہیں اللہ کے رسول ﷺ، رمضان اور قران کے حوالے سے، اللہ تعالی کی عدالت میں ہمارے خلاف دعوی لے کر کھڑے ہو جائیں۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (الفرقان 25:30)

اور رسول کہے گا، اے میرے رب، میری قوم نے اس قران کو متروک و مہجور کر چھوڑا تھا۔

اخر میں میری دعا ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو رمضان المبارک میں وہ تقوی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے جس سے ہم قران مجید کی ہدایت کے مستحق ہوں، ہم قران کا علم حاصل کریں، اس پر عمل کریں، اللہ تعالی ہمیں قران کا پیغام لے کر کھڑا ہونے اور اس کو قائم کرنے کے لیے جہاد کرنے کی ہمت، حوصلہ، اور شوق و ولولہ عطا فرمائے۔ امین!